Fikr-o-Nasar (Islamabad) 20:9-10 (1983)

اسلامی تشخص میں ظاہری ہیئت اور لباس کی اہمیت

محمد سمیع اللہ

کسی قوم کے طرزِ زندگی سے جو کہ اس قوم کے عقائد و نظریات کی عکاسی کرتا ہے۔ اس قوم کا تشخص قائم ہوتا ہے۔ اور اسی قومی تشخص سے اس کی پہچان ہوتی ہے۔ مسلمانوں کا بھی اپنا ایک تشخص ہے جو اُن کے اسلامی عقائد، نظریات اور اصولوں کی روشنی میں اُن کے مخصوص طرزِ زندگی سے متعین ہوتا ہے۔ اسلام چونکہ پوری انسانی زندگی کا نظام ہے اور زندگی کے ہر شعبے کو محیط ہے۔ اس لیے مسلمانوں کا اسلامی تشخص اسی وقت مکمل ہو سکتا ہے جب اسلامی تعلیمات پر مکمل طور پر عمل کیا جائے اسی لئے قرآن کریم میں مسلمانوں کو یہ حکم ہے کہ وہ پوری طرح اسلام میں داخل ہو جائیں۔

اسلامی تشخص کی ضرورت اور اہمیت کا اندازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوالِ مبارک سے لگایا جاسکتا ہے۔ جن میں مسلمان کو صاف صاف ہدایت اور حکم ہے کہ وہ اپنا اسلامی تشخص قائم رکھیں اور غیر مسلموں سے مشابہت اختیار کر کے اُسے ختم نہ کریں کیونکہ اسی تشخص پر دنیا میں ایک ممتاز قوم کی حیثیت سے اُن کی بقاء اور آخرت میں اُن کی نجات منحصر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ:

من تشبہ بقوم فھو منھم : جس نے کسی قوم سے مشابہت اختیار کی وہ اسی کا حصّہ ہے۔

اس ارشادِ گرامی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ دوسری قوم سے مشابہت رکھنے والے مسلمان قیامت کے روز اسی قوم میں شمار ہوں گے اور اُن کے ساتھ اسی قوم جیسا سلوک کیا جائیگا

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

دوسرا یہ کہ جو مسلمان دنیا میں کسی دوسری قوم کی مشابہت اختیار کریں گے وہ اسی قوم کا حصہ بن جائیں گے۔ دنیا کی تاریخ سے اس کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ مثال کے طور پر ماضی میں برصغیر ہند و پاک پر ایرانی، یونانی، ترک، تاتار حملہ آور ہوتے رہے مگر یہاں آکر انہوں نے ہندو اکثریت کا سا رہن سہن اختیار کر لیا اور ان کی ظاہری ہیئت، لباس، زبان وغیرہ کو اپنا لیا۔ رفتہ رفتہ ان کے عقائد بھی ہندوؤں جیسے ہو گئے اور بالآخر وہ ہندو سوسائٹی کا ہی ایک حصہ بن گئے اور ان کا مستقل وجود قائم نہیں رہا۔ اس کے برعکس مسلمان اس ملک میں آئے۔ انہوں نے اپنا طرزِ زندگی ہندوؤں سے بالکل الگ رکھا۔ حتیٰ کہ مکان بنانے کے طریقے بھی علیحدہ رکھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آج مسلمان برصغیر میں نہ صرف یہ کہ اپنا علیحدہ وجود رکھتے ہیں۔ بلکہ ان کی تعداد ہزاروں سے بڑھ کر کروڑوں تک پہنچ گئی ہے۔ غرضیکہ کسی قوم کی بقاء اور ترقی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنا تشخص بالکل علیحدہ رکھے۔ تشخص میں عقائد کے بعد جن کا تعلق دل سے ہے سب سے اہم درجہ ظاہری ہیئت اور اس کے بعد لباس کو حاصل ہوتا ہے۔ ظاہری ہیئت میں سب سے نمایاں حیثیت مرد کی داڑھی اور مونچھوں کو حاصل ہے کیونکہ یہ مردانگی کی علامت ہیں۔ انسان فطری طور پر اپنی مردانگی کی ان علامات کو واضح کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے اسلام نے جو کہ دینِ فطرت ہے۔ انسان کے اس جذبے کی رعایت کی اور داڑھی رکھنے کا حکم ہوا۔ مونچھوں کو کتروا کر چھوٹی کرانے کا حکم دیا گیا۔ ان احکام و ہدایات میں انسان کے فطری جذبے کی رعایت بھی ہو گئی اور بعض ان قوموں کی مشابہت سے بھی بچاؤ ہو گیا۔ جو داڑھی منڈواتی تھیں اور مونچھیں بڑھاتی تھیں۔ تیسرے صفائی اور پاکیزگی کا بھی لحاظ رکھ دیا گیا۔ کیونکہ مونچھیں لمبی ہوں تو مشروبات وغیرہ پیتے وقت وہ پانی میں ڈوبتی ہیں اور اس طرح صفائی ستھرائی باقی نہیں رہتی۔ دوسرے لمبی مونچھیں والا آدمی اکثر عجیب سا لگتا ہے اور یہ ہیئت انسان کے وقار کے مناسب معلوم نہیں ہوتی۔

ظاہری ہیئت میں داڑھی اور مونچھوں کے علاوہ سر اور داڑھی کے بالوں کو کنگھے سے درست رکھنا، سر میں تیل لگانا، مانگ نکالنا، سرمہ لگانا، مسواک کرنا وغیرہ شامل ہیں ان کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالوں میں تیل لگاتے تھے، کنگھا کرتے تھے

سُرمہ ڈالتے تھے، خُوشبو لگاتے تھے، مسواک سے دانت صاف کرتے تھے وضو کرتے تھے اور غسل فرماتے تھے۔ آپ نے ان امور کے بارے میں لوگوں کو ہدایات بھی دی ہیں۔ اسلام میں صاف ستھرا اور باوضع رہنے کا جو حکم ہے اس کا صفائی ستھرائی کے علاوہ ایک مقصد یہ بھی ہے کہ مومن جو اپنے ایمان کی وجہ سے انسانوں میں ایک معزز مقام رکھتا ہے وہ اپنی عجیب ہیئت اور خراب حلیے کی وجہ سے لوگوں کی نظروں سے گرنے نہ پائے کیونکہ انسان گندی حالت میں رہے تو اس سے لوگوں کو کراہت محسوس ہوتی ہے اور اس سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جس کے سر کے بال اُلجھے ہوئے تھے تو فرمایا کیا اس کے پاس بالوں کے ہموار کرنے کا سامان نہ تھا۔ ایک شخص کے کپڑے میلے دیکھے تو فرمایا کیا کپڑے دھونے کے لئے اس کو پانی میسر نہیں تھا؟

لباس کے معاملے میں ایک اسلامی تعلیم یہ بھی ہے کہ انسان حسبِ حیثیت لباس پہنے۔ استطاعت رکھتے ہوئے ردی اور پھٹا پرانا لباس استعمال نہ کرے۔ ایک بار ایک شخص گھٹیا کپڑے پہن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا تمہارے پاس کچھ مال ہے؟ اُس نے کہا اونٹ، بکریاں، گھوڑے غلام سب کچھ ہے۔ ارشاد ہوا کہ جب اللہ نے تم کو مال دیا ہے تو اللہ کے فضل و احسان کا اثر تمہارے جسم سے بھی ظاہر ہونا چاہیئے۔

لیکن اگر کوئی شخص اچھا اور صاف ستھرا لباس تو پہنے مگر قیمتی اس لئے استعمال نہ کرے کہ دوسرے مُسلمان جن کو پیسے کی کمی کی وجہ سے ایسا لباس میسر نہیں ہے اُن کو حسرت پیدا نہ ہو تو اس کا یہ عمل اجرِ ثواب کا موجب ہوگا۔

انسان جو لباس استعمال کرتا ہے اس کے تین موجبات ہوتے ہیں جو بلحاظ ترتیب حیاء، عافیت اور زینت ہیں۔ اسلام آفاقی مذہب ہے۔ یہ نہ زمین کے کسی خطے سے وابستہ ہے نہ زبان سے اور نہ کسی نسل سے تعلق رکھتا ہے، نہ کسی خاص گروہ سے۔ اس لئے وہ انسانی ضرورت، ذوق اور جذبے کی رعایت کرتا ہے۔ چنانچہ وہ عورت اور مرد کے ستر کے حدود کو متعین کرتا ہے تاکہ حیا کا تقاضہ پُورا ہو جسم کا حق ادا کرنا سکھاتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس حق میں جسم کو عافیت پہنچانا بھی شامل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی کی رو سے کہ اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے[۱] زینت اختیار کرنے کی نہ صرف اجازت ہے بلکہ ترغیب بھی ہے۔ اسلام نے لباس کے سلسلے میں احکام و ہدایات دے کر اُن تمام منکرات کا

۱۔ عبداللہ بن مسعود مسند امام احمد بن حنبل صفحہ ۳۹۹ ج ۱

کا خاتمہ بھی کر دیا۔ جو لباس کے استعمال سے پیدا ہو سکتے تھے جس لباس یا اندازِ لباس سے غرور و تکبّر کا اظہار ہوتا ہو اس کی ممانعت کر دی گئی اور اس پر سزا اور عذاب کی خبر دی گئی مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ :

من جرثوبہ خیلاء لم ینظر اللہ الیہ یوم القیامۃ۔ — جو اپنے کپڑے کو غرور سے (زمین پر) گھسیٹے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔

اس حدیث شریف میں اس دستور کی طرف اشارہ ہے جو امراء اور سرداروں میں پایا جاتا تھا کہ وہ اپنے ازار کو اتنا نیچا رکھتے تھے کہ وہ زمین پر گھسٹتا چلے۔ اس سے مقصود اپنی شان و شوکت کا اظہار ہوتا تھا۔ اسی طرح اسلام میں وہ لباس بھی ممنوع قرار دیا گیا ہے جو اپنے نام و نمود اور اپنی شہرت اور دکھاوے کے لئے پہنا گیا ہو۔

مغربی لباس جو ہماری موجودہ معاشرہ میں انگریز کی سابقہ غلامی کی وجہ سے جاری اور ساری ہے وہ سادگی کفایت شعاری اور تقوی کے اعتبار سے بالکل ہم آہنگ نہیں ہے۔ بیگانگی اور باہر سے لائے جانے کے علاوہ یہ لباس وضو اور نماز کے ادا کرنے میں بھی رکاوٹ ڈالتا ہے۔ علاوہ ازیں مغربی لباس زیب تن کرنے سے احساسِ کمتری اور اپنی روایتی اقدار اور نیکیوں کو حقارت سے دیکھنے کی ایک ذہنیت پیدا ہو جاتی ہے۔

صدر پاکستان نے متعدد بار قومی لباس کی دفاتر اور باہر کے ممالک میں تقاریب کے موقعوں پر زیب تن کرنے کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے یکم دسمبر ۱۹۸۱ء سے سرکاری دفاتر میں پاکستانی لباس زیب تن کرنے کا جو حکم جاری کیا ہے وہ قابلِ ستائش ہے کہ اس سے اسلامی تشخص کو اجاگر کرنے میں مدد ملتی ہے۔ حکومت کی طرف سے دفاتر میں پہن کر آنے کے لئے جو لباس تجویز کیا گیا ہے ہمارے ملک میں علاقائی لباس رائج ہیں ان کو اختیار کرنے سے رفتہ رفتہ یہ ذہنیت کہ مغربی لباس عزت و عظمت کی علامت ہے یکسر بدل جائے گی اور لوگوں کے ذہنوں میں اپنے لباس جو اسلامی قدروں کی عکاسی کرتا ہے کی اہمیت قائم ہو جائے گی۔ اس ضمن میں ضروری ہے کہ صدرِ پاکستان کی طرف سے جاری کردہ حکم نامہ پر پوری طور پر پابندی کروائی جائے تاکہ سادگی کو فروغ ملے اور احیائے اسلام کی طرف پیش قدمی کی راہیں ہموار و آسان ہوں۔